سعید الحق

فی تخریج

جاء الحق

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ

تخریج و مقدمہ

علامہ مولانا سعید اللہ خان قادری

مکتبہ غوثیہ [illegible]

محمد رسول اللہ

فہرس

سعید الحق فی تخریج جاء الحق (حصہ دوم)

وجہ تصنیف کتاب 799
حدیث صحیح، حسن، ضعیف 801
کن چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے 802
حاشیہ جرح مبہم قبول نہیں 803
امام صاحب کی احادیث ضعیف نہیں 802
حدیث ضعیف مقلد کو معتبر نہیں مگر وہابی کے لیے 805
موت ہے
پہلا باب کانوں تک ہاتھ اٹھانا 806
پہلی فصل اس کا ثبوت 806
حاشیہ مزید دلائل 808
اس کے عقلی دلائل 808
دوسری فصل اعتراض و جواب 809
دوسرا باب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے 811
اس کے عقلی دلائل 812
دوسری فصل اس پر اعتراض و جواب 813
حاشیہ مزید دلائل 814
تیسرا باب نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنا 816
عقلی دلیل 817
دوسری فصل اس پر سوال و جواب 818
چوتھا باب امام کے پیچھے قرات نہ کرو 820
قرات خلف الامام کس آیت سے منسوخ ہے 820
حاشیہ قرات کے منع پر مزید دلائل 824
عقل کا تقاضا ہے کہ امام کے پیچھے قرات منع ہے 828
دوسری فصل اس مسئلہ پر سوالات و جوابات 828
تلاوت و تعلیم قرآن میں فرق 830
اسی صحابہ مقتدی کی قرات کے مخالف ہیں 834
پانچواں باب آمین آہستہ کہو 836
پہلی فصل 836
دوسری فصل اس مسئلہ پر اعتراضات و جوابات 839
اونچی آمین کی حدیث قرآن و عقل کے خلاف ہے 841
چھٹا باب رفع یدین نہ کرو 843
حاشیہ رفع یدین نہ کرنے پر مزید دلائل 845
امام اعظم کا امام اوزاعی سے رفع یدین کے 848
متعلق عجیب مناظرہ 849
عقلی دلیل 849
دوسری فصل اس پر سوال و جواب 850
آخر کے عجیب حقی 858

مقدمہ

اصل کتاب کے مطالعہ سے پہلے حسب ذیل قواعد اچھی طرح مطالعہ فرما کر یاد فرمالیں۔ یہ قواعد بہت ہی کارآمد ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱: اسناد کے لحاظ سے حدیث کی بہت قسمیں ہیں مگر ہم صرف تین قسموں کا ذکر کرتے ہیں

حدیث صحیح۔ حدیث حسن۔ حدیث ضعیف۔

صحیح: وہ حدیث ہے۔ جس میں چار خوبیاں ہوں۔

﴿1﴾......اس کی اسناد متصل ہو کہ حضور ﷺ سے لے کر مولف کتاب تک کوئی راوی کسی جگہ چھوٹا نہ ہو۔

﴿2﴾......اس کے سارے راوی اول درجے کے متقی پرہیزگار ہوں۔ کوئی فاسق یا مستور الحال نہ ہو۔

﴿3﴾......تمام راوی نہایت قوی الحافظہ ہوں کہ کسی کا حافظہ بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کمزور نہ ہو

﴿4﴾......وہ حدیث شاذ یعنی احادیث مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

حسن: وہ حدیث ہے۔ جس کے کسی راوی میں یہ صفات اعلیٰ درجے کے نہ ہوں۔ یعنی کسی کا تقویٰ یا قوت حافظہ اعلیٰ درجہ کا نہ ہو۔

ضعیف: وہ حدیث ہے۔ جس کا کوئی راوی متقی پرہیزگار یا قوی الحافظہ نہ ہوں۔ یعنی جو صفات حدیث صحیح میں معتبر تھیں ان میں سے کوئی ایک صفت نہ ہو۔

قاعدہ نمبر ۲: پہلی دو قسمیں یعنی صحیح اور حسن۔ احکام اور فضائل سب میں معتبر ہیں۔ لیکن حدیث ضعیف صرف فضائل میں معتبر ہے۔ احکام میں معتبر نہیں۔ یعنی اس سے حلال و حرام ثابت نہ ہوں گے ہاں اعمال یا کسی شخص کی عظمت و فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

نتیجہ: ضعیف حدیث جھوٹی یا غلط یا گھڑی ہوئی حدیث کو نہیں کہتے۔ جیسا کہ غیر مقلدوں نے عوام کو ذہن نشین کرا دیا ہے کہ لوگوں نے اسے کھا جانے والا ہوا بنا رکھا ہے۔ بلکہ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر اس حدیث کا درجہ پہلی دو سے کچھ کم رکھا ہے۔

قاعدہ نمبر ۳: اگر حدیث ضعیف کسی وجہ سے حسن بن جاوے تو وہ بھی مطلقاً معتبر ہے۔ اس سے احکام و فضائل سب کچھ ثابت ہو سکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر ۴: حسب ذیل چیزوں سے حدیث ضعیف حسن بن جاتی ہے۔ دو یا زیادہ سندوں سے روایت ہو جانا اگرچہ وہ سب اسنادیں ضعیف ہوں۔ یعنی اگر ایک حدیث چند ضعیف راویوں سے مروی ہو جاوے تو اب وہ ضعیف نہ رہی حسن بن گئی۔

(مرقات، موضوعات کبیر، شامی، مقدمہ مشکوٰۃ شریف مولانا عبدالحق، رسالہ اصول حدیث جرجانی اول ترمذی شریف وغیرہ)

علماء کاملین کے عمل سے ضعیف حدیث حسن بن جاتی ہے۔ یعنی اگر حدیث ضعیف پر علماء دین عمل شروع کردیں تو وہ ضعیف نہ رہے گی حسن ہو جاوے گی اسی لئے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

هذا الحديث غريب ضعيف والعمل عليه عند اهل العلم۔

ترجمہ: یہ حدیث ہے تو غریب یا ضعیف مگر اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حدیث ہے تو ضعیف ناقابل عمل مگر علماء امت نے بیوقوفی سے عمل کرلیا اور سب گمراہ ہو گئے۔ بلکہ مطلب یہ ہی ہے کہ حدیث روایۃً کے لحاظ سے ضعیف تھی۔ مگر علماء امت کے عمل سے قوی ہو گئی۔

علماء کے تجربہ اور اولیاء کے کشف سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی ایک حدیث سنی تھی کہ جو ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ایک جوان نے کہا کہ میں اپنی مری ہوئی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ شیخ نے

ستر ہزار بار کلمہ پڑھا ہوا تھا اپنے دل میں اس کی ماں کو بخش دیا دیکھا کہ جوان ہنس پڑا اور بولا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی صحت اس ولی کے کشف سے معلوم کی (شیخ ابہاری)۔ (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ) تحذیر الناس مصنفہ محمد قاسم میں یہی واقعہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمایا۔

قاعدہ نمبر ۵:۔ اسناد کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔ لہذا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک حدیث ایک اسناد میں ضعیف ہو دوسری اسناد میں حسن ہو تیسری میں صحیح اسی لئے امام ترمذی ایک حدیث کے متعلق فرما دیتے ہیں۔

هذا الحديث حسن صحيح غريب۔

ترجمہ: یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی ہے غریب بھی۔

(سنن الترمذی ج ۳ ص ۱۷ رقم الحدیث ۱۲۷۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترمذی کے اس قول کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ حدیث چند سندوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے صحیح تیسری سے غریب۔

قاعدہ نمبر ۶:۔ بعد کا ضعف اگلے محدث یا مجتہد کے لئے مضر نہیں۔ لہذا اگر ایک حدیث امام بخاری یا ترمذی کو ضعیف ہو کر ملی ہو۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ضعیف شامل ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہی حدیث امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سند صحیح سے ملی ہو۔ آپ کے زمانہ تک وہ ضعیف راوی اس کی اسناد میں شامل نہ ہوا۔ لہذا کسی وہابی کو یہ ثابت کرنا آسان نہیں کہ یہ حدیث امام اعظم کو ضعیف ہو کر ملی۔

لطیفہ:۔ ایک دفعہ ایک وہابی غیر مقلد سے قراۃ خلف الامام پر ہماری معمولی گفتگو ہوئی ہم نے یہ حدیث پیش کی۔

قراءة الامام له قراءة۔

ترجمہ: امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

وہابی جی بولے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی اسناد میں جابر جعفی ہے۔ جو ضعیف ہے ہم نے پوچھا کہ جابر جعفی کب پیدا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔ تڑپ کر بولے ۳۲۵ھ میں ہم نے کہا جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا تھا تب جابر اپنے باپ کی پشت میں بھی نہ آئے تھے۔ کیونکہ امام اعظم کی ولادت ۸۰ھ میں ہے اور وفات ۱۵۰ھ میں لہذا اس وقت یہ حدیث بالکل صحیح تھی۔ بعد کے محدثین کو ضعیف ہو کر ملی وہابی صاحب سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ بغیر جواب دیئے فوت ہو گئے۔

لہذا حنفی علماء کو خیال رکھنا چاہئے کہ وہابی کو ضعیف ضعیف کہنے سے روکیں۔ وجہ ضعیف پوچھیں پھر یہ تحقیق کریں کہ ضعف امام اعظم سے پہلے کا ہے یا بعد کا ان شاء اللہ وہابی جی پانی مانگ جائیں گے اور ضعیف ضعیف کا سبق بھول جائیں گے۔ کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور ﷺ سے بہت قریب ہے۔ اس وقت حدیثیں بہت کم ضعیف تھیں۔ امام صاحب تابعی ہیں۔

قاعدہ نمبر ۷:۔ جرح مبہم قابل قبول نہیں یعنی کسی ناقد حدیث خصوصاً ابن جوزی وغیرہ کا یہ کہہ دینا کہ فلاں حدیث یا راوی ضعیف ہے غیر معتبر ہے۔ جب تک یہ نہ بتائے کہ کیوں ضعیف ہے۔ اور اس راوی میں کیا ضعف ہے۔ کیونکہ وجہ ضعف میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ایک چیز کو بعض عیب سمجھتے ہیں۔ بعض نہیں۔ جیسے تدلیس۔ ارسال۔ گھوڑے دوڑانا۔ مذاق۔ نوعمری۔ فقہ میں مشغولیت کو بعض لوگوں نے راوی کا عیب جانا ہے۔ مگر حنفیوں کے نزدیک ان میں سے کچھ بھی عیب نہیں۔ (نور الانوار بحث طعن علی الحدیث)

حاشیہ.....☆

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

واما الجرح فانه لا يقبل الا مفسرا مبين السبب..... فلا بد من بيان سببه لينظر فيما هو جرح ام لا۔

ترجمہ: کوئی جرح اس وقت تک مقبول نہیں جب تک اس کا سبب بیان نہ کیا جائے کیونکہ بسا اوقات جارح ایسی جرح کرتا ہے جو موجب جرح نہیں کرتی۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۰، النوع ۲۳ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور)

امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں۔

وقد ذكر ان الشافعي انما اوجب الكشف عن ذلك لانه بلغه ان انسانا جرح رجلا فسئل عما جرحه به فقال رايته يبول قائما فقيل له وما في ذلك ما يوجب جرحه؟ فقال لانه يقع الرشيش عليه وعلى ثوبه ثم يصلي فقيل له رايته يصلي كذلك؟ فقال لا فهذا ونحوه جرح بالتاويل والجهل والعالم لا يجرح احدا بهذا وامثاله۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسباب جرح کو بیان کرنا ضروری ہے اس لئے کہ بسا اوقات جرح کرنے والا ایسی چیز کو جرح کا سبب قرار دیتا ہے جو موجب جرح نہیں ہوتی۔ مجھے ایک شخص پر جرح کی خبر پہنچی تو میں نے ناقد سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اس کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا ہے اب اس کے کپڑے ناپاک ہوئے ہوں گے اور اس حالت میں اس نے نماز پڑھی ہوگی تو صدوق کہاں رہا؟ میں نے اس سے کہا کہ تم نے اسے ان کپڑوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اس طرح کی جرح فن مصطلح الحدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کوئی عالم کسی کو اسی طرح کی جرح سے مجروح قرار نہیں دیتا۔

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام عبد العظیم بن عبد القوی المنذری متوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں۔

لا يقبل الجرح الا مفسرا۔

(رسالہ فی الجرح والتعدیل ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ دار الاقصیٰ الکویت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں۔

(ولا يقبل الجرح الا مبين السبب) لانه يحصل بامر واحد ولا يشق ذكره ولان الناس مختلفون في اسباب الجرح فيطلق احدهم الجرح بناء على ما اعتقده جرحا وليس بجرح في نفس الامر فلا بد من بيان سببه لينظر هل هو قادح ام لا؟ قال ابن الصلاح وهذا ظاهر مقرر في الفقه واصوله وذكر الخطيب انه مذهب الائمة من حفاظ الحديث كالشيخين وغيرهما ولذلك احتج البخاري بجماعة سبق من غيره الجرح لهم كعكرمة وعمرو بن مرزوق واحتج مسلم بسويد بن سعيد وجماعة اشتهر الطعن فيهم۔

ترجمہ: جرح وہ قبول کی جاتی ہے جس کا سبب بیان کیا جائے اس لئے کہ جرح کسی ایک بات کی وجہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا ذکر کرنا مشکل نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ اسباب جرح میں علماء مختلف ہیں بعض علماء اپنے اعتقاد کے مطابق جرح کا اطلاق کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت جرح نہیں ہوتی لہذا جرح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تاکہ دیکھا جا سکے کہ جرح قابل قدح ہے بھی یا نہیں؟

قاعدہ نمبر۸:۔ اگر جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل قبول ہے نہ کہ جرح یعنی ایک راوی کو محدث نے ضعیف کہا کسی نے اسے قوی فرمایا بعض تواریخ سے اس کا فسق ثابت ہوا بعض نے فرمایا کہ وہ متقی صالح تھا تو اسے متقی مانا جاوے گا۔ اور اس کی روایت ضعیف نہ ہوگی۔ کیونکہ مومن میں تقویٰ اصل ہے۔

قاعدہ نمبر۹:۔ کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے اس کا ضعیف ہونا لازم نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی محدث کسی حدیث کے متعلق یہ فرمادیں کہ یہ صحیح نہیں اس کے معنی یہ نہیں کہ ضعیف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو۔ صحیح و ضعیف کے درمیان بہت درجے ہیں۔

قاعدہ نمبر۱۰:۔ صحیح حدیث کا دارومدار مسلم بخاری یا صحاح ستہ پر نہیں کہ صحیح کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی ساری حدیثیں صحیح ہیں ان کے سوا دوسری کتب کی ساری حدیثیں ضعیف بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ان میں صحیح حدیثیں زیادہ ہیں۔ ہمارا ایمان حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہے۔ نہ کہ محض بخاری و مسلم وغیرہ پر حضور کی حدیث جہاں سے ملے ہمارے سر آنکھوں پر ہے بخاری میں ہو نہ ہو تعجب ہے غیر مقلدوں پر کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں۔ مگر مسلم بخاری پر ایسا ایمان رکھتے ہیں اور ان کی ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

قاعدہ نمبر۱۱:۔ کسی عالم فقیہ کا کسی حدیث کو بغیر اعتراض قبول کر لینا اس حدیث کے قوی ہونے کی دلیل ہے۔ اگر کوئی فقیہ عالم مجتہد ضعیف حدیث کو قبول فرمادے تو اس سے وہ ضعیف حدیث قوی ہو جاوے گی۔ ولی الدین محمد ابن عبداللہ خطیب تبریزی صاحب مشکوۃ خطبہ مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

والی اذا اسندت الحدیث الیھم کانی اسندت الی النبی ﷺ۔

ترجمہ: میں نے جب حدیث کو ان محدثین کی طرف منسوب کردیا تو گویا حضور ﷺ کی طرف ہی منسوب کردیا۔

(مشکوۃ المصابیح ص۔۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

ان قواعد سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے۔ ان میں کوئی ضعیف نہیں ہوسکتی کہ ان پر امت کا عمل ہے۔ ان کو علماء فقہاء نے قبول فرمایا ہے ان میں سے ہر حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ فقیر حقیر ان شاء اللہ ہر مسئلہ پر اتنی حدیثیں پیش کرے گا۔ جن سے کوئی حدیث ضعیف نہ کہی جاسکے کیوں کہ اسنادوں کی کثرت ضعیف کو حسن بنادیتی ہے۔ احمد یار خاں۔

قاعدہ نمبر۱۲:۔ اگر حدیث و قرآن میں تعارض نظر آئے تو حدیث کے معنی ایسے کرنے چاہئیں جس سے دونوں میں موافقت ہو جاوے تعارض جاتا رہے ایسے ہی اگر حدیثیں آپس میں مخالف معلوم ہوں تو ان کے ایسے معنے کرنے لازم ہیں کہ مخالف نہ رہے اور سب پر عمل ہو جاوے اس کی مثال یہ ہے رب فرماتا ہے۔

فاقرء وا ما تیسر من القرآن۔

ترجمہ: جس قدر قرآن مجید آسان ہو نماز میں پڑھ لو۔

(سورہ المزمل آیت نمبر ۲۰)

حاشیہ......☆

امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قاعدہ بالکل واضح ہے اور فقہ و اصول فقہ میں مقرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی جماعت سے احتجاج کیا جن کے حق میں اوروں سے جرح ثابت تھی جیسے عکرمہ عمرو بن مرزوق اور امام مسلم نے سوید بن سعید اور ایک جماعت سے احتجاج کیا جن میں طعن مشہور تھا۔

(تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۰۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)